عراقی کردستان میں کھدائی کا کام

قبل از تاریخ کا تہذیب و تمدّن

از

(جناب لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب)

سن ۱۹۴۴ء اور سن ۱۹۴۵ء میں تاریخ قدیم پر ایک سلسلہ مضامین ندوۃ المصنفین دہلی کے مجلّہ "برہان" میں شائع ہوا۔ جو کہ چھ مقالات پر پھیلا ہوا تھا اس وقت تک جس قدر تحقیقات اس موضوع پر ہوئی تھیں انھیں یک جا کر کے ان مقالات میں واضح کر دیا گیا تھا حال ہی میں مجھے پھر عراق کا دورہ کرنے کا موقعہ ملا اگرچہ اس مرتبہ قیام مختصر تھا اور میں کھدائی کے کسی کام میں حصہ نہ لے سکا۔ تاہم اس موضوع سے متعلق کچھ ضروری معلومات ماہرین سے دستیاب ہوئیں جنہیں ذیل میں درج کر رہا ہوں۔

عراقی کردستان کے کچھ مقامات پر جن کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے کھدائی تقریباً مکمل ہو چکی ہے یہ تمام علاقے قبل از تاریخ تمدن رکھتے ہیں اور ان کی تاریخ ایک لاکھ برس سے لیکر سات ہزار برس تک پہنچتی ہے کھدائی کے حاصل شدہ نتائج سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہاں کی تہذیب مغربی ایشیا کی تہذیبوں سے قدیم ترین ہے۔ آثار قدیمہ کی اس تحقیق میں جدید تحقیقاتی آلات استعمال کئے گئے ہیں جو اس سے بیشتر استعمال نہیں ہوتے تھے مثلاً ریڈیو۔ ایکٹو ٹسٹ اس آلے کے ذریعے آثار قدیمہ کی اصل تاریخ معلوم ہو جاتی ہے۔ اس سے بیشتر تاریخوں کا اندازہ محض قیاس پر مبنی ہوا کرتا تھا مگر اس ٹسٹ کے ذریعے جس تاریخ کا تعین کیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

کھدائی کی یہ مہم پروفیسر روبرٹ بریڈوڈ کی زیر نگرانی عمل میں آئی جو تین اداروں کی نگرانی کر رہے تھے ان میں سے پہلا ادارہ اورنٹیل انسٹی ٹیوٹ شکاگو یونیورسٹی کا تھا دوسرا ادارہ امریکن اسکول آف

اور نٹیل ریسیرچ کا تھا اور تیسرا خود عراق گورنمنٹ کا محکمہ آثار قدیمہ کا تھا۔ اس مہم کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ ان علاقوں میں تہذیب کا ارتقاء کس طرح اور کیوں کر ہوا یعنی جس زمانہ میں انسان وحشیانہ زندگی بسر کرتا اور غاروں میں رہتا تھا اس وقت سے لے کر جب وہ متمدن ہو کر قیدی زندگی بسر کرنے لگا اسے کن کن ادوار سے گزرنا پڑا یہ ایک مشکل مسئلہ تھا مگر اس مہم کے سربراہ نے اسے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا

اس مہم کا میدان کرکوک سے اوپر کی چراگاہیں تھیں جو اربیل کے گرد و نواح میں پائی جاتی ہیں اس مقام کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ یہی وہ علاقہ ہے جہاں دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں نے جنم لیا قرآن کریم کا تاریخی حصہ بھی بیشتر اسی علاقے سے وابستہ ہے اربیل کے گرد و نواح ہی میں طوفانِ نوح کا حادثہ پیش آیا۔ اور یہاں اس کے آثار بھی ملتے ہیں۔ حضرت یونس اور نمرود کے واقعات بھی اسی کے گرد پیش آئے آگے چل کر تاریخ میں جو جنگ عظیم سکندر اور دارا کے مابین ہوئی وہ بھی میدان اربیلا میں ہوئی جو اربیل شہر کی پشت پر — یہاں سے نینوا موڑ پر شمال کی طرف صرف دو گھنٹوں کا راستہ ہے۔ اصل مقام جہاں کھدائی شروع کی گئی قلعہ جرمو ہے۔ یہاں سب سے پہلے ۱۹۴۶ء میں کام شروع ہوا ابتداء میں یہاں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے قریب اہم اشیاء دستیاب ہوئیں جو مختلف قسم کی تھیں مثلاً ہڈیاں۔ گیہوں۔ کوئلہ اور مٹی کے مختلف نمونے۔ اس جگہ پورا رقبہ جو کھودا گیا وہ پانچ سو مربع میٹر تھا جو تقریباً تین ایکڑ کے قریب بنتا ہے۔

جو اندازہ ان اشیاء سے لگایا ہے وہ بتاتا ہے کہ یہاں قدیم ترین زمانہ میں بھی آبادی موجود تھی ایک اور جگہ سے جو قلعہ جرمو کے شمال میں ہے اور کریم شہبیر کے نام سے منسوب ہے۔ ایک ٹیلہ برآمد ہوا ہے یہاں عراق گورنمنٹ کے محکمہ آثار قدیمہ کے ایک سکول نے جو بغداد میں موجود ہے سب سے پہلے کھدائی شروع کی اس سے جو آثار ملے، وہ تقریباً دو ایکڑ زمین پر پھیلے ہوئے، اس سکول کے کچھ پروفیسر جو اس کام میں مشغول تھے، انھوں نے سلیمانیہ علاقے تک کی تحقیقات کی، یہاں انھیں ایک قدیم غار ملا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس غار میں میرا دو تین مرتبہ جانا ہوا۔ اس غار کے اندر ایک بڑا پتھر اس انداز سے نصب کیا گیا ہے، جیسے کسی بادشاہ کے بیٹھنے کے لئے تخت ہوتا

ہے اس پتھر کو غار کے اندر ایک نمایاں جگہ حاصل ہے۔ اس غار کا نام پلگوڑا ہے اور سلیمانیہ سے ۳۰ میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ اب جو اس غار کے متعلق تحقیق ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غار آج سے دس بارہ ہزار برس پہلے آباد تھا۔ اس میں سے متعدد چقماق کے ٹکڑے ملے ہیں جس کی وجہ سے اس غار کو اس صنعت کا پہلا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں کی آبادی پتھر کے زمانہ کے اواخر کی ہے۔ اس کے بعد تہذیب نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا۔ پتھر کے زمانہ میں انسان غیر متمدن تھا یعنی وہ انسان ہی تھا ابھی آدم نہ کہلایا تھا۔ میری دانست میں قرآن کریم نے یہ جو تین الفاظ آدمی کے لئے استعمال کئے ہیں "انسان، آدم اور بشر" ان میں ایک لطیف فرق ہے جس کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی اولین تخلیق انسان مٹی سے بنایا گیا اور ارتقار کے مطابق اس نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی مگر وہ غیر متمدن تھا، غاروں میں رہتا تھا اور رشتۂ زوجیت سے ناآشنا تھا اور الہام و وحی کا حامل نہ تھا۔ یہ زمانہ پتھر کے عہد کے بعد ختم ہو جاتا ہے اس کے اختتام پر یہی انسان وحی و الہام سے سرفراز ہو کر فرشتوں سے سجدہ کراتا ہے اور آدم کہلاتا ہے یہیں سے وہ رشتۂ زوجیت قائم کرتا ہے گویا شریعت کے مختلف ادوار کا وہ یہاں پہنچ کر مؤسس بنتا ہے۔ یہ زمانہ کچھ عرصہ تک چلا جاتا ہے اور وہ زندگی ایک متمدن طریق سے بسر کرتا ہے مگر پھر ایک وقت میں اس سے لغزش ہوتی ہے اور وہ شر کا مرتکب ہو کر احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر آدم بشر کہلایا۔ درحقیقت لفظ بشر مخفف ہے بالشر کا! واللہ اعلم بالصواب۔

ایک اور مقام پر جسے پردہ بلکا کہتے ہیں اس ابتدائی سکول سے چند ایک اور اشیاء تلاش کیں جن میں ناپید جانوروں کی ہڈیاں تھیں ساتھ ہی کچھ ہتھیار وغیرہ بھی ملے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ آخری برفانی دور (Glacial age) سے متعلق چیزیں ہیں اور ان کا زمانہ آج سے تقریباً ایک لاکھ برس پہلے کا ہوگا۔ یہ تحقیقات زیادہ تر زمینی (Geological) تحقیقات سے متعلق ہیں۔

پردہ بلکا کی تہذیب سے یہ بخوبی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب انسان کے پاس بہت ادنیٰ قسم کے ہتھیار ہوا کرتے تھے جو وہ پتھر سے بناتا تھا اور اس کی گذر اوقات محض شکار

پر تھی، اس کے گرد و پیش ایسے ہاتھی رہتے تھے جو آج کل ناپید ہیں اور وہ ہرن جو ہاتھی کے مانند تھے وہ بھی اس کرۂ ارضی سے غایب ہو چکے ہیں زمین کی ساخت یہ بتاتی ہے کہ یہاں لوگ یکے بعد دیگرے آکر آباد ہوتے جن کے تمدن کے آثار بلگوارا کے باشندے چقماق سے چاقو اور تیز ہتھیار بنانے میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے اور غالباً یہ تیز پتھر وہ اپنے تیروں کی نوکوں پر لگایا کرتے تھے تاکہ شکار اور جنگ میں سہولت ہو یہ لوگ بہت اچھے شکاری ہوا کرتے تھے۔

کریم شہیر کی بستی سے زیادہ آثار نہیں ملے، البتہ بکھرے ہوئے مکان جن کے فرش پکے ہوئے تھے کہیں کہیں ملے ہیں کہیں کہیں چولھے بھی دیکھے گئے ہیں، اور یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اس دور میں انسان خوراک کے معاملہ میں کافی مہذب ہو چکا تھا ایک آدھ گھڑا بھی ان آثار میں ملا ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ ساز و سامان یا اشیائے خوردنی کو رکھنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ لوگ گوشت خور تھے کیونکہ گھروں میں ہڈیاں بکثرت ملی ہیں۔ مگر ابھی یہ بایہ ثبوت کو نہیں پہنچا کہ ان کے ہاں پالتو جانور بھی ہوتے تھے یا ابھی انسان نے یہ فن نہیں سیکھا تھا جانوروں کو پالتو بنانا تمدن میں بہت بعد کی اختراع ہے، سب سے پہلے پہل عورت نے مرد کو گھریلو زندگی کا عادی بنایا اس کے بعد مرد نے پھر جانوروں کو گھریلو بنایا۔ یہاں پتھر کے کچھ زیورات بھی ملتے ہیں مثلاً ہاتھوں کی بریسلیٹ اور گلے کے طوق کا شتکاری کے لئے بھی کچھ پتھر کے ہتھیار دستیاب ہوتے ہیں مگر ریڈیو ایکٹوسٹ سے ابھی یہ پتہ نہیں چلایا جا سکا کہ یہ کس زمانے کی چیزیں ہیں۔ بہرحال یہ واضح ہے کہ کریم شہیر کا کلچر ایک ایسے دور سے تعلق رکھتا ہے جو بلگوارا غار اور جرمو کے کلچروں کے بین بین ہے۔

قلعہ جرمو گو ایک مختصر سی آبادی ہے جو اب تک کھودی گئی ہے، لیکن جب ہم اسے یہاں سے حاصل شدہ اشیاء کی نظر میں دیکھتے ہیں اور خاص طور پر ان اشیاء پر بھی گہری نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو اس کے قرب و جوار میں پردہ بلکا غار بلگوارا اور کریم شہیر سے برآمد ہوئی ہیں تو اس مقام کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے یہاں پر کوئی ہتھیار ایسا دستیاب نہیں ہوا جو آہنی ہو اور نہ ہی کوئی ایسے ظروف ملے ہیں جن کی کچھ تاریخی وقعت ہوتا ہم یہاں کے لوگ ایسے گھروں میں رہتے تھے جن کے تین تین

چار چار کمرے ہوا کرتے تھے جنکی دیواریں مٹی کی ہوتی تھیں اور جنکے اندر چولھے جا بجا نظر آتے ہیں بعض گھروں میں تو چولھوں کے ساتھ کمرو نمیں چمنیاں بھی بنی ہوئی پائی گئی ہیں۔ برتنوں کی جگہ پتھر کے ظروف ملے ہیں جو پتھروں کو کاٹکر بنائے گئے ہیں۔ مٹی کی مورتیں بھی پائی گئی ہیں جو یا تو جانوروں کی ہیں یا دیوتاؤں کی۔ سب سے زیادہ مقدار میں چقماق پایا گیا ہے جس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسکا استعمال عام تھا ہڈیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۹۰ فیصدی جانور گائے، بھینس، بکری، سور اور گھوڑے ہوا کرتے تھے، دیگر دس فیصدی ہڈیاں جنگلی جانوروں کی ہیں، گیہوں کی دو قسمیں مل چکی ہیں، عام طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکی معاشی حالت اچھی تھی اور کچھ گھریلو صنعتیں بھی وجود میں آچکی تھیں، شہری زندگی کسی حد تک ترقی کر چکی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ سیاسی، اخلاقی اور معاشی انتظامات کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ گویا انسان جو غاروں کا غیر متمدن باشندہ تھا اب متمدن ہوکر شہری زندگی اختیار کر چکا تھا۔

اخیر میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مہم کے تمام افراد کے نام گنوا دیں جنکے سر پر اس تحقیق کا سہرا ہے۔ یہ لوگ مختلف ممالک سے متعلق ہیں اور سب کے سب مشہور و معروف ماہر اثریات ہیں قلعۂ جرمو پر جنھوں نے کام کیا۔ ان میں سب اورنیٹل انسٹیٹیوٹ کے آدمی تھے۔ پروفیسر روبرٹ بریڈ وڈ کا نام ہم لے چکے ہیں، ان کے ساتھ انکی اہلیہ محترمہ بھی شامل تھیں، ان کے ساتھ ایڈنز، بروین بھی تھے اور چند طلباء شکاگو یونیورسٹی کے بھی شامل تھے دیگر مقامات پر جنھوں نے کام کیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

الزبتھ وسٹ بیروت میوزیم

کورنیلیس ہلن

سونٹ

ڈاکٹر بروس ہارورڈ یونیورسٹی

پروفیسر ہربرٹ رائٹ

فریڈرک برتھ

سید صابری شکری عراق گورنمنٹ کے محکمۂ آثار قدیمہ کے نمائندہ۔